پیر محمد یعقوب قریشی رحؒ

تحریر: جناب حافظ محمد اسلم شاہدروی، نائب ناظم طبع وتالیف جمعیت پنجاب،
سابق مدرس جامعہ علوم اثریہ جہلم

بارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو
کام کچھ کرچلو ایسا کہ بہت یاد رہو

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ یہ ایسا حکم ربانی ہے کہ جس سے کسی کو راہ فرار نہ ہے، لیکن مرنے والوں میں سے سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض جانے والے اپنی ذات میں ایک انجمن ہوا کرتے ہیں، بعض اپنے شعبہ میں یگانہ روزگار ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ہی لوگوں میں سے ہمارے ممدوح کا بھی شمار ہوتا ہے۔ حضرت العلام مفتی جماعت شیخ الحدیث پیر محمد یعقوب قریشی نے اپنی زندگی علم حدیث کے درس وتدریس میں گزاردی، آپ یقیناً صحیح مسلم کی اس حدیث شریف کے مصداق لوگوں میں ہوں گے جس میں ارشاد ہے کہ: ''جب انسان فوت ہوجاتا ہے، اس کے عملوں کا ثواب رک جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے (۱) صدقہ جاریہ، (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور (۳) نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرے۔

علم دین ہی درحقیقت وہ علم ہے جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ اور آپ نے اس علم کو طالبان حق تک پہنچانے میں عمر عزیز کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ایک حدیث شریف کے الفاظ ہیں: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا'' اس حدیث شریف کی رو سے آپ ایک بہترین انسان تھے کہ آپ علم دین سیکھتے اور سکھاتے رہے۔ سطور ذیل میں ہم مختصراً ان کے حالات زندگی تحریر کرتے ہیں۔ آپ کے سوانح، حالات وواقعات مدارس دینیہ کے طلبہ اور اساتذہ کیلئے مشعل راہ ہوں گے۔ ان شاء اللہ

ابتدائی حالات

جہلم شہر کے مین چوک سے ٹاہلیانوالہ روڈ کے نام سے ایک سڑک شمال مشرق کی جانب نکلتی ہے جو شہر کے بیچوں بیچ سول لائن، ضلع کچہری، ضلعی دفاتر ودیگر اہم علاقوں سے گزرتی ہوئی چند دیہات کی طرف

نکل جاتی ہے۔ جن میں چک دولت اور چک حافظاں معروف دیہات ہیں۔ چک حافظاں گاؤں آپ کی جائے ولادت ہے۔ جس کا ڈاکخانہ چک دولت ہے۔ آپ 1926ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی فضل الٰہی نیک صفت بزرگ تھے۔ جبکہ آپ کے دادا علی احمد ہاشمی اور خاندانی بزرگ حکیم کرم الٰہی بھی بڑی شہرت کے حامل لوگ تھے۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ ''ہمارا خاندان ارض حجاز سے ساحل بمبئی پر اترا، پھر وہاں سے راولپنڈی کی تحصیل گوجر خان کے مضافات ''میانی'' میں۔ یہاں خاندان کا شغل پیری مریدی رہا۔ خاندان کا وہ حصہ جس سے ہمارا تعلق ہے سکھوں کے دور حکومت میں سکھ حکمران کی بیمار بیوی کے کامیاب علاج پر ایک مربع اراضی انعام میں ملنے پر جہلم کے مضافات چک دولت اور پھر وہاں سے چک حافظاں میں آباد ہوئے۔ جو اب تک بفضلہٖ آباد چلا آرہا ہے۔

آپ کا تعلق قریشی، ہاشمی خاندان سے ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کتنے واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب سرور گرامی علیہ الصلوۃ والسلام کے خاندان ذی وقار قریش بنو ہاشم تک پہنچتا ہے۔

حصول علم

آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا فضل الٰہی سے حاصل کی۔ پھر مولانا عبدالجبار بن مولانا نور محمد سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ'' مولانا عبدالجبار صاحب کو مناظر اسلام جناب مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم سے شرف تلمذ حاصل تھا اور دونوں باپ بیٹا کا حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم سے اٹھنا بیٹھنا کثرت سے تھا۔'' پھر آپ حصول علم کی غرض سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجوانوالہ اور مدرسۃ الاسلام اوڈانوالہ میں رہے۔ آپ نے درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک اور مولوی فاضل کے امتحان بھی پاس کئے۔

آپؒ کے اساتذہ میں حضرت حافظ محمد محدث گوندلویؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق حسینویؒ، حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ اور مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ قابل ذکر ہیں۔

جامعہ علوم اثریہ جہلم میں مولانا ماسٹر فضل الٰہی نامی ایک بزرگ مدرس تھے۔ جن کا تعلق گاؤں ''جید پور'' کڑیاں والا روڈ جلالپور جٹاں ضلع گجرات سے تھا۔ 1990ء میں غالباً ان کی وفات ہوئی۔ گوناں گوں خوبیوں کے حامل اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے فارغ التحصیل تھے۔ ان سطور کے راقم کو دوران تعلیم ان کے قریب رہنے کا موقع میسر رہا۔ وہ پیر صاحب کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کی وفات پر راقم نے ان کا سوانحی خاکہ مرتب

کیا تھا جو بوجوہ شائع نہ ہوسکا تھا۔ بتانے کی بات یہ ہے کہ ان دنوں راقم نے حضرت پیر صاحب سے مرحوم کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگے: 1937ء سے 1939ء کا زمانہ ہوگا جب مرحوم ہمارے جامعہ کی آخری کلاسوں میں تھے اور ہم ابتدائی کلاسوں میں تھے۔ اس بیان سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ حضرت پیر صاحب کا گوجرانوالہ میں زمانہ طالب علمی 1940ء کے لگ بھگ ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ نے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ سے زیادہ کسب فیض کیا اور ان کی خدمت میں زیادہ وقت گزارا۔

علمی اسناد

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ آپ فاضل درس نظامی، میٹرک اور مولوی فاضل کی اسناد کے حامل تھے۔ لیکن اگر ہم اسناد کو اس کے اصل مفہوم یعنی ''سلسلۃ الرجال'' میں لے جائیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کی سند'' چوبیس واسطوں سے'' ﴿واما بنعمة ربک فحدث﴾ کے ارشاد ربانی کے اولین عامل ومحدث حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جا پہنچتی ہے۔ آپ نے شجرہ علم حدیث کسی خوشخط کاتب سے لکھوا کر بہترین فریم میں اپنے گھر میں محفوظ کر رکھا تھا۔ وہیں سے آپ اپنے شاگردوں کو لکھ کر دیا کرتے تھے۔ لیکن 1993ء کی بات ہوگی، جامعہ علوم اثریہ جہلم میں انڈونیشیا ملک سے تعلق رکھنے والا محمد یونس نامی ایک طالب علم بہت خوش خط تھا۔ آپ نے اپنی اسناد کو مرتب کر کے میرے ذریعے سے عام سائز پر مختصر اور جامع الفاظ میں اسے لکھوایا، جس میں طالب علم کے نام کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ کتابت اور اس کے بعد کے تمام مراحل میں سعادت خدمت راقم کے حصہ میں آئی۔ ان اسناد کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت حافظ محمد گوندلویؒ کے دو سلسلہ ہائے سند تھے۔ ایک حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ، مولانا عبدالحق بنارسیؒ کے ذریعہ سے امام شوکانی تک جبکہ دوسرا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ تک پہنچتا ہے۔

بالکل اسی طرح کے دو سلسلے آپ کو حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے واسطہ سے ملے۔ جبکہ آخری سلسلہ مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ، ان کے والد گرامی اور امام عبدالجبار غزنویؒ کے واسطوں سے ہے۔ یہ سب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچتے ہیں۔ جن سے آگے سلسلہ سند معروف ہے۔

تدریس

آپ بالترتیب (۱) مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ (۲) جامعہ سلفیہ فیصل آباد (۳) جامعہ تعلیم

الاسلام ماموں کانجن اور (۴) جامعہ علوم اثریہ جہلم میں مدرس یا صدر مدرس رہے۔ کس کس جامعہ میں کتنا کتنا عرصہ گزارا؟ اس سوال کا جواب مجھے نہیں مل سکا۔ رمضان المبارک سے قبل اسی سلسلہ میں استاذ محترم حافظ عبدالحمید عامر صاحب (رئیس جامعہ علوم اثریہ جہلم) کی ترغیب پر فیصل آباد کا سفر کیا۔ پیر صاحب کے فرزند ارجمند ساجد یعقوب قریشی صاحب نے خاصا تعاون کیا۔ اپنی والدہ محترمہ سے ملایا۔ مجھے جامعہ سلفیہ لے گئے۔ جہاں نماز مغرب کے متصل بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی، پرنسپل جامعہ مولانا یٰسین ظفر، ناظم وفاق مولانا محمد یونس بٹ اور سینئر مدرس قاری محمد رمضان سے اکٹھے مسجد جامعہ میں شرف ملاقات ہوا۔

پیر صاحب کی ذات کی کئی صفات ان اکابرین نے بیان فرمائیں۔ لیکن میرا سوال حل نہ ہوسکا۔ پھر ہم ان صاحب کے پاس گئے جو اس سلسلہ میں سب سے اہم تھے۔ یعنی حضرت مولانا محمد صادق خلیل! آپ نے زندگی کا اکثر حصہ پیر صاحب کی رفاقت میں گزارا ہے۔ گو وہ پیر صاحب سے دو تین سال بڑے ہیں، لیکن بہت احترام سے نام لیتے تھے۔ جامعہ سلفیہ سے کچھ آگے ایک گلی میں ان کے در دولت پر حاضری ہوئی۔ تفسیر اصدق البیان کے مفسر اور کئی علمی کتب کے مترجم، مؤلف اور ناشر سے اسی بہانے ملاقات کو دل میں خوشی تھی۔ تشریف لائے، پورا سا جسم بڑی داڑھی، سادہ لباس، لیکن علم کا سمندر مولانا صادق خلیل! ان سے پہلی ملاقات تھی۔ خندہ پیشانی سے ملے۔ مذکورہ بالا مدارس میں تدریس کی ترتیب جناب ہی نے بتائی۔ حضرت پیر صاحب کی زندگی کے بعض ایسے واقعات کی بھی اطلاع دی، جنہیں اب ان کے سوا کوئی صاحب نہیں جانتے۔ لیکن سوال حل نہ فرما سکے۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ میں اپنے عزیز دوست پر مضمون ضرور لکھوں گا۔ افسوس کہ ماہنامہ ''حرمین'' میں ان سطور کی اشاعت تک مولانا صادق خلیل صاحب بھی وفات پا چکے ہیں۔ اللھم اغفرله وارحمه۔

راقم کے خیال میں اگر وہ مضمون سامنے آ جائے تو حضرت پیر صاحب کے حوالے سے وہ سب سے زیادہ معتبر سمجھا جائے گا۔

تذکرہ علمائے اہل حدیث میں آپ کے شاگردوں میں سے نمایاں طور پر مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی ساہیوال، مولانا عبدالحمید ہزاروی گوجرانوالہ، پروفیسر غلام نبی لاہور اور مولانا طیب معاذ فیصل آباد، علامہ محمد مدنی جہلمی مرحوم اور مولانا محمد اکرم جمیل صاحب کے علاوہ بھی آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔

افتاء

اندازہ یہ ہے کہ آپ جہاں بھی رہے، افتاء کی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ لیکن ہم نے جو دور دیکھا ہے وہ جہلم کا ہے۔ لوگ بڑی تعداد میں دن رات آپ کے پاس اپنے مسائل اور مشکلات لے کر آتے۔ الحمدللہ شافی جواب پاتے۔ صفائی ستھرائی اور وضع داری آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ یہاں بھی جھلکتا تھا۔ آپ نہایت آسان اور عام فہم جواب لکھتے۔ کلام مختصر مگر جامع ہوتا۔ آپ کی لکھائی وثیقہ نویسوں کے طرز پر ہوتی، لیکن بخوبی پڑھی جا سکتی تھی۔

آپ نے انسانی زندگی میں پیش آمدہ ہزاروں مسائل کے جوابات لکھے۔ ساجد یعقوب قریشی صاحب کی اطلاع کے مطابق راولپنڈی شہر کے ایک ادارہ میں بعض اہل علم آپ کے فتاویٰ کی ترتیب و تہذیب کا کام کر رہے ہیں۔ جو اندازاً چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوگا۔

ماہنامہ ''اخبار اہل سنت'' لاہور کے شمارہ نمبر 11 بمطابق جون 1996ء میں جامعہ علوم اُثریہ کی طرف سے جاری کردہ حضرت پیر صاحب کے فتویٰ پر ایک حنفی عالم محمد اشرف قادری صاحب نے کچھ خامہ فرسائی کی۔ فتویٰ طلاق ثلاثہ کے متعلق تھا۔ پیر صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ ایک ہی وقت میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ جبکہ ان صاحب نے اختلاف کیا اور ''اخبار'' میں شائع کر دیا۔ پیر صاحب نے سات بڑے صفحات پر مشتمل ان کا جواب تحریر کیا۔ ان صاحب اور سائل تک پہنچانے کا ذمہ مجھے دیا۔ راقم نے ان مولانا کو وہ جواب پہنچایا لیکن وہ آج تک اس کا جواب نہیں دے سکے۔ حضرت پیر صاحب کی یہ تحریر نہایت علمی اور مفید ہے۔ جس کی ایک کاپی میرے پاس محفوظ ہے۔ ان شاء اللہ کسی جماعتی پرچہ میں بغرض اشاعت دی جائے گی۔ یہ تحریر 96-12-1 کی ہے۔

تالیف

آپ کے فتاویٰ ہی آپ کی ایک اہم تالیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض اہم سوالات کے جوابات مضمون کی شکل میں شائع کئے جاتے۔ آپ کی ایک باقاعدہ تالیف بھی ہے۔ اور وہ علم وراثت کی مشہور درسی کتاب ''سراجی'' کی شرح ہے۔ اس کتاب کے شروع میں مختصر مگر جامع علمی مقدمہ آپ کا تحریر کردہ ہے۔ پھر اصل متن سے تھوڑی تھوڑی عبارت اور اس کی تشریح و توضیح ہے۔ علم الفرائض کو احادیث مبارکہ میں نصف علم

کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی بیان آیا ہے کہ یہ علم سب سے پہلے بھلایا جائے گا۔ آج علماء کرام میں مشکل دو یا ایک فیصد اس علم کے جاننے والے رہ گئے ہیں۔ لہذا آپ کی ذات اس علم کے حوالے سے بھی غنیمت تھی۔ آپ مشکل سے مشکل مسائل وراثت منٹوں میں حل فرما دیتے تھے۔ کتاب کی توضیح میں آپ نے نقشے بھی بنائے ہیں اور مثالوں سے کئی جگہ بات خوب سمجھائی ہے۔ یہ کتاب چار صد صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے بیک ٹائٹل پر آپ نے خود ہی اس کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ وہ گویا اس کتاب پر تبصرہ ہے۔ کیونکہ

صاحب البيت ادرىٰ بمافيه

کتاب کا کاغذ، کمپوزنگ، ٹائٹل وغیرہ سب انتہائی اعلیٰ معیار کے ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ام القریٰ یونیورسٹی کے فاضل مولانا احمد علی مدرس جامعہ علوم اثریہ جہلم اس کتاب کے ناشر ہیں۔ اس کی ساری خوبیاں آپ کے علم اور علماً کے ساتھ محبت کا مظہر ہیں۔

تبلیغ، تنظیم

آپ نے بھرپور تدریسی زندگی گزاری۔ تبلیغ و خطابت کو آپ نے بہت کم اپنایا۔ معدودے چند مواقع آپ نے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث جہلم میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ لیکن جب کبھی گفتگو کرتے انتہائی ناصحانہ باتیں کرتے۔ رہا تنظیمی معاملہ تو اس سے بھی آپ کو چنداں واسطہ نہ تھا۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ آپ ہمیشہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کو مسلک اہلحدیث کی نمائندہ تنظیم سمجھتے تھے۔

جماعت کے ساتھ تنظیمی رابطہ کے حوالہ سے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر انتظام دورہ تخصیص جو ماہ رمضان میں لاہور میں ہوتا ہے میں آپ نے متعدد مرتبہ مقالہ پیش کیا۔ نیز جماعت کے سابق ناظم اعلیٰ کی طرف سے بلائے گئے شیوخ الحدیث کے جلاسوں میں بھی آپ شرکت فرماتے تھے۔

عادات وصفات

آپ اپنی عادات وصفات میں نمایاں خوبیاں رکھتے تھے۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں جن سے ہر مسلمان خصوصاً علم دین کی تدریس اور تبلیغ و تعلیم کے متعلق لوگوں کو ضرور متصف ہونا چاہیئے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ درج ذیل عادات کو آپ نے ہمیشہ اپنایا۔

۱) خوش لباس وخوش خوراک: اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ قیمتی لباس اور مرغن کھانے پسند کرتے تھے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ لباس صاف ستھرا استعمال کرتے اور کھانے میں بھی صفائی پسند تھے۔ آپ کا لباس باوقار ہوتا تھا۔ اس طرح کھانا بھی صاف ستھرا اور ضرورت کے مطابق لیتے تھے۔

۲) صفائی پسند: آپ عموماً صفائی پسند بھی تھے۔ اپنے کمرے اور رہائش گاہ کی صفائی پر جہاں پوری نظر رکھتے تھے وہاں پورے جامعہ کی صفائی ستھرائی کی نگرانی کرتے۔ موسم کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ لباس، کمروں اور کھانوں کے حوالہ سے ضروری ہدایات جاری کرتے۔

۳) کم گو: آپ ضرورت سے زائد نہ بولتے تھے اور جب بولتے تو الفاظ کو تول کر بولتے۔ غیر ضروری الفاظ، بلاوجہ ہنسی مزاح وغیرہ کا انداز آپ کا کبھی نہ دیکھا گیا۔ صحیح حدیث شریف میں ہے: (من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ) جس کا مفہوم یہ ہے کہ غیر ضروری باتوں سے پرہیز اچھے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح لکھتے ہوئے بھی آپ زائد از ضرورت لفظ نہ لکھتے تھے۔

۴) صبح کی سیر: تقریباً روزانہ صبح کی سیر کی آپ پابندی کرتے تھے۔ جہلم میں بعض افراد مثلاً باؤ بشیر احمد، رانا محمد اسلم، مولانا محمد افضل ساجد سابق مدرس جامعہ اور راستہ سفر یعنی جامعہ سے ریلوے شیشہ گراؤنڈ، وہاں سے ریلوے روڈ کی طرف پھر شاندار چوک سے براستہ اولڈ جی ٹی روڈ جامعہ میں واپسی آپ نے متعین کر رکھے تھے۔ جن افراد میں سے کسی ایک یا دو کے ہمراہ آپ سیر کا وہ دورانیہ ہر موسم میں ضرور پورا کرتے تھے۔ اکیلے کبھی نہ جاتے۔ متعین افراد میں سے کوئی نہ مل پاتا تو جامعہ کے کسی استاد محترم یا طالب علم کو ہمراہ لیتے۔ بعض مواقع پر مجھے بھی آپ کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اس دوران اپنے ہمراہی کو مفید علمی باتیں بتاتے یا حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے لیکن ضروری اور مناسب الفاظ کے ساتھ۔

۵) اپنے اعزہ واقارب، طلباء، اساتذہ اور قریبی احباب جماعت کی غمی وخوشی میں ممکن حد تک ضرور شریک ہوتے۔ بیمار کی بیمار پرسی بھی کرتے۔ راقم کو ایک مرتبہ شدید بخار ہوا۔ رہائش جامعہ کی اوپر والی منزل پر تھی۔ پھر بھی ازراہ کرم تشریف لائے۔ آپ کی برادری سے کوئی صاحب جہلم کے سرکاری ہسپتال میں زیرعلاج تھے۔ ایک مرتبہ ان کی بیمار پرسی کیلئے مجھے ہمراہ لے کر بیمار پرسی کو گئے۔ ہسپتال تک ایک طرف دو کلومیٹر کا اندازاً سفر ہوگا۔ آپ نے آتے اور جاتے ہوئے پیدل چلنا پسند کیا۔ مناسب مسافت اور وقت میسر ہونے پر آپ پیدل چلنا پسند کرتے تھے۔

۶) ان سب معاملات میں آپ اپنی ذمہ داری سے ذرہ برابر بھی غفلت نہ برتتے تھے۔ وقت سے پہلے اپنی کلاس میں موجود ہوتے اور وقت ختم ہونے کے بعد اٹھ کر جاتے۔ دوران اسباق کسی دوسرے کام سے حتی الامکان گریز کرتے۔ بغیر مطالعہ کے سبق نہ پڑھاتے تھے۔ آخری ایام میں باوجود شدت مرض کے جب تک ممکن رہا آپ صحیح بخاری شریف پڑھاتے رہے۔ ؎

میں رہوں یا نہ رہوں میری وفا یاد رہے

راقم کا تعلق

1988ء میں راقم نے جہلم میں درس نظامی کے شعبہ میں داخلہ لیا۔ آپ شیخ الحدیث اور نائب رئیس الجامعہ تھے۔ اس لئے آپ کے ساتھ تعلق ایک ضروری امر تھا۔ لیکن دیگر طلباء کی نسبت آپ مجھ پر خاص شفقت فرماتے تھے۔ جامعہ کے پہلے ہی امتحان میں راقم نے 99.05 فیصد نمبر حاصل کر کے اول پوزیشن حاصل کی۔ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں بعد نماز جمعہ آپ کے دست مبارک سے مجھے انعامات ملے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ممتاز عالم دین اور مناظر مسلک حق مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی صاحب بھی یہاں زیر تعلیم تھے۔ ان کو دوسری پوزیشن ملی۔ ہمارا تعلق چار امتحانات تک رہا۔ تین میں اول میں رہا، جبکہ ایک میں ربانی صاحب رہے۔ ادارہ کی طرف سے راقم کیلئے کچھ ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ لیکن بتانے کی بات یہ ہے کہ اس سے اگلے روز حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مجھے طلب فرمایا اور پچاس روپے عنایت فرمائے۔ اور یہ سلسلہ ماہانہ بن گیا۔ جو برابر دو تین سال تک چلتا رہا۔ یہ 50 روپے کبھی 100 بھی ہو جاتے اور کبھی ایک ماہ میں دو مرتبہ بھی۔ پہلے دو ایک مرتبہ پوچھنے کی جسارت بھی کی کہ یہ کیا سلسلہ ہے؟ فرماتے'' بچو! لے لو۔ دودھ پیؤ خوب محنت کیا کرو۔'' مزید کچھ نہ کہا بعد میں یہ جسارت نہ ہوئی۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آپ چھوٹے بچوں کو ''بچو'' اور بڑے لڑکوں کو ''غازی'' یا ''چوہدری'' کہہ کر پکارتے تھے۔

کبھی کھانا منگوانے کیلئے اور کبھی صبح کی سیر کیلئے حکم فرماتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ایک روحانی تعلق مجھے آپ سے وابستہ کئے ہوئے تھا۔ مجھے جہلم سے آئے ہوئے تقریباً آٹھ برس ہو گئے ہیں۔ پہلے بھی دوران تدریس میں چند ماہ کیلئے وہاں سے چلا آیا تھا۔ اس دوران ہر آنے جانے والے سے میرے متعلق پوچھتے، میں بھی جب جہلم جاتا، ضرور حاضر خدمت ہوتا۔ میری

مصروفیات کی بابت پوچھتے۔ غور سے سنتے۔ پھر خوب حوصلہ افزائی اور راہنمائی فرماتے۔ یہی وہ بات ہے جوان سطور کی تحریر کا باعث بھی ہے۔ بلاشبہ ایسے محسن، شفیق اور خیر خواہ مدرس کم ہی ہوتے ہیں۔

مرض اور وفات

آپ شوگر کے مرض میں مبتلا تھے۔ آخری چند ماہ مرض نے شدت اختیار کرلی۔ تو آپ اپنے گھر واقع گلی نمبر 2 مین بازار حاجی آباد، فیصل آباد چلے گئے۔ آپ کے بیٹوں نے بھرپور حق خدمت ادا کیا۔ اکثر شاگرد اور ساتھی برابر تیمارداری کو پہنچتے رہے۔ لیکن مرض سے افاقہ نہ ہوا۔ کمزوری دن بدن بڑھتی گئی۔ آپ کی وفات سے چند دن پہلے تیمارداری کیلئے فیصل آباد پہنچا۔ ساجد یعقوب قریشی نے کہا کہ آپ بہت کم بولتے ہیں۔ اگر حضرت نے آپ کو پہچان لیا تو بیٹھنے کا اشارہ کریں گے ورنہ پہچاننے کی کوشش کریں گے تو آپ یہاں سے ہٹ جایئے اور اگر آپ کو بیٹھنے کا اشارہ ہوا تو بیٹھ جایئے اور زیادہ بلانے کی کوشش نہ کریں۔ جولائی کا مہینہ، صبح کا وقت گھر کے صحن میں آپ ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں اور میرے ایک ساتھی اور ساجد صاحب حاضر ہوئے، سلام عرض کیا، مجھے آپ نے فوراً اشارہ فرمایا بیٹھو! میں بیٹھ گیا۔ دوسرے ساتھی کو آپ پہچانتے رہے۔ اس کو پہچان نہ سکے کیونکہ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ آپ سے مل رہا تھا۔ پھر اشارات سے حال واحوال پوچھتے رہے۔ یہاں یہ بات ذکر سے رہ نہ جائے کہ آپ کا بستر اور ماحول بالکل صاف ستھرا تھا۔ حسب عادت ایک بڑا رومال اضافی طور پر اپنے ساتھ رکھا تھا۔ دوائی، پیشاب کیلئے لے جایا گیا۔ پھر بستر پر آئے تو تمام لباس وغیرہ کو پھر سے صاف کرلیا۔ چند لمحات ہمراہ بیٹھے پھر اٹھ کر جانے لگے تو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ع: ''الامر فوق الادب'' بیٹھ گئے۔ لیکن ادب کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو آرام کرنے دیا جائے۔ کچھ دیر بعد پھر اٹھے تو آپ نے سلام کا اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ اکٹھے اٹھا دیئے۔ میں سمجھ گیا دعا کا حکم فرمارہے ہیں۔ آنکھوں میں آنسو تیر گئے۔ کیونکہ چراغ سحری لگ رہے تھے اور اس لئے بھی کہ جن جیسے بزرگوں کی دعاؤں کی پوری ملت اسلامیہ محتاج ہوتی ہے وہ مجھ ناکارہ کو دعا کا حکم فرماتے ہیں۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

آپ کے حین حیات یہ آخری ملاقات تھی۔ مرض نے شدت اختیار کی۔ آپ کو ساحل ہسپتال فیصل آباد میں داخل کروایا گیا۔ بہت دوا کا اہتمام کیا گیا لیکن ''إلى ربك يومئذ المساق'' کا دن آ پہنچا۔ 21 اور 22 جولائی 2003ء کی درمیانی شب بمطابق 21 جمادی الاولیٰ 1424ھ پچھلی رات کی

مبارک ساعتیں، قبولیت اور ایجاب کا وقت اس شب زندہ دار عظیم المرتبت ہستی نے رات پروردگار عالم کی یاد میں گزاری۔ اللہ کی طرف بلانے والوں نے ''حی علی الفلاح '' کی صدائیں لگانی شروع کیں۔ مؤذن نماز فجر کیلئے اذانیں دینے لگے اور حضرت پیر صاحب کے پاس ﴿یایتها النفس المطمئنة ٠ ارجعی الی ربک راضیة مرضیة﴾ کا آوازہ دینے والا آن پہنچا۔ یوں آفتاب کی آمد سے قبل علم و عمل کا یہ عظیم ماہتاب دنیا چھوڑ گیا۔ آپ کے جسد خاکی کو ہسپتال سے گھر اور پھر آپ کے گھر کے قریب واقع جماعت کی عظیم علمی دانش گاہ جامعہ سلفیہ لے جایا گیا۔

نماز جنازہ

آپ کی دفات کی خبر ملک بھر کے دینی مدارس میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگوں کی سہولت کیلئے دو جگہ نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا۔ پہلا دن گیارہ بجے جامعہ سلفیہ فیصل آباد، دوسرا شام چھ بجے جہلم، جنوبی اور مغربی اضلاع یعنی فیصل آباد، جھنگ، سرگودھا، اوکاڑہ، ساہیوال، ملتان اور قرب و جوار سے لوگ بڑی تعداد میں جامعہ سلفیہ پہنچے۔ جہاں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی (غالبًا آپ بھی موصوف کے شاگرد ہیں) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ ادا ہو جانے کے بعد بھی مسلسل احباب جماعت اور آپ کے شاگرد پہنچتے رہے۔ لہذا بعد میں شیخ الحدیث مولانا محمد امین صاحب نے دوسری نماز جنازہ پڑھائی۔

لاہور سے راولپنڈی تک کے اضلاح، صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے احباب جماعت اور آپ کے شاگرد بڑی تعداد میں یہاں جمع تھے۔ مجھے جب اطلاع ہوئی تو فیصل آباد کے جنازہ میں شرکت مشکل تھی۔ لاہور میں جماعت کے دفتر 106 راوی روڈ رابطہ کیا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت علامہ عبدالعزیز حنیف صاحب جہلم کے جنازہ میں شرکت کیلئے تیار تھے۔ زہے نصیب راقم کی درخواست قبول ہوئی۔ میں جناب ناظم اعلیٰ کا ہمسفر ہوا۔ دوران سفر جناب ناظم اعلیٰ کی علمی شخصیت اور علم و علماء سے آپ کی والہانہ عقیدت محسوس ہوئی۔ اور کیوں نہ ہو کہ جناب ناظم اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث مرحوم کی طرح حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ وقت مقررہ سے قبل ہم جامعہ علوم اثریہ جہلم پہنچ گئے۔ مولانا محمد اعظم (گوجرانوالہ) نے موت کی حقیقت اور حضرت پیر صاحب کی خوبیوں کا ذکر کیا۔ جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت پیر صاحب کے شاگرد مولانا محمد اکرم جمیل صاحب نے بڑے اخلاص اور درد دل سے

نماز جنازہ کی امامت کی۔

چونکہ نماز جنازہ کے بعد میت کو تدفین کیلئے آبائی گاؤں چک حافظاں لے جایا گیا تھا۔اس لئے بعد میں آنے والے احباب وہاں پہنچتے رہے اور وہاں تیسری نماز جنازہ حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب نے پڑھائی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے جامعہ کے مدرس مولانا حافظ محمد عدنان خواجہ (بن مولانا محمد قاسم خواجہ) کی قیادت میں ایک بس کے ذریعے طلبہ کی ایک بڑی تعداد بھی نماز جنازہ میں شامل ہوئی۔نماز جنازہ کے بعد مرکزی ناظم اعلیٰ صاحب جامعہ کے دفتر میں گئے۔جامعہ کے ذمہ داران سے اور حضرت پیر صاحب کے بیٹوں سے اظہار تعزیت کیا۔جس میں راقم بھی آپ کے ساتھ تھا۔شرکاء جنازہ کیلئے جامعہ علوم اثریہ کے منتظمین نے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر صاحب بیرون ملک ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔اس وجہ سے آمدہ مہمانوں کی کما حقہ نشست و تعزیت نہ کر سکے۔کیونکہ آپ کے قائم مقام حافظ احمد حقیق صاحب چند دن قبل ایک حادثہ میں زخمی ہو جانے کی وجہ سے زیادہ دیر بیٹھ نہ سکتے تھے۔جناب ناظم اعلیٰ بعد ازاں اسلام آباد روانہ ہوگئے اور راقم، قاری محمد ادریس عاصم و دیگر احباب کی معیت میں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کی بس کے ذریعے سے وہاں سے روانہ ہوئے۔سابق رئیس الجامعہ حضرت علامہ محمد مدنیؒ کی وفات کے زخم ابھی مندمل نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت پیر صاحب بھی داغ مفارقت دے گئے۔لہذا یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے آخری بار جامعہ پر نظر ڈالتے ہوئے یہ شعر ذہن میں گھوم گیا۔

بات کہنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

تعریف و تعزیت

آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی کم ہی کوئی شخص دیکھا گیا ہوگا جس نے آپ سے اختلاف کیا ہو۔اکثر معاملات پر لوگ آپ سے اتفاق کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ لوگوں سے آپ کی تعریف ہی سنی گئی۔ہفت روزہ ''اہل حدیث'' ہفت روزہ ''الاعتصام'' اور ماہنامہ ''حرمین'' جہلم میں ادارتی طور پر تعزیت لکھی گئی اور مضامین شائع کئے گئے۔

جناب ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا: ''آپ نہایت پختہ علم والے کامیاب مدرس اور مفتی جماعت

تھے۔''مولانا محمد اعظم گوجرانوالہ نے فرمایا: ''تمام مدارس کے منتظمین اور مدرسین آپ کا بڑا احترام کرتے تھے آپ ''استاذ الاساتذہ''تھے۔''

ادیب ملت مولانا محمد اسحاق بھٹی مجھے بتا رہے تھے کہ **1947**ء یا **1948**ء ہوگا جب میں اوڈانوالہ گیا، آپ سے ملاقات ہوئی۔ مجھے آپ بڑے اچھے انسان معلوم ہوئے۔ جن سے شوق ملاقات ہمیشہ دل میں رہا۔

ادارہ علوم اُثریہ فیصل آباد کی لائبریری میں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے مجھے بتایا کہ '' میں نے کسی بھی وقت پیر صاحب سے کچھ باقاعدہ نہیں پڑھا۔ لیکن میں نے آپ کو بڑا عظیم انسان اور ایک کامیاب مدرس پایا ہے۔ ہر بات میں محتاط ہونا آپ کا خاصا تھا۔

جامعہ علوم اُثریہ جہلم کے شیخ الحدیث مولانا محمد اکرم جمیل صاحب بتا رہے تھے کہ''آپ کا وجود ہمارے لئے بسا غنیمت تھا۔ ہمیں دوران تدریس وتعلیم کسی پیچیدگی کی پرواہ نہ ہوتی تھی۔''

پروفیسر غلام نبی فرماتے ہیں کہ''آپ نمود ونمائش سے بے نیاز شخصیت کے مالک تھے، طلبہ کے انتظامی مسائل کو مدبرانہ انداز میں حل کرتے تھے۔ جذباتی انداز فکر سے پاک تھے۔ حضرت صوفی عبداللہ صاحب ان کی علمی استعداد اور فنی مہارت پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔'' آپ کی وفات کے حوالہ سے پروفیسر صاحب فرماتے ہیں:''آپ حلم، تحمل، وقار اور سنجیدگی کا مرقع تھے۔ آپ کی وفات سے علم کی دنیا میں بے رونقی آئی ہے۔

حضرت صوفی عبداللہ صاحب کے ذکر کے ساتھ میرے ذہن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ (گوجرانوالہ) کے تاثرات بھی آ گئے۔ جب جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کی بڑی کلاسوں میں تدریس کیلئے انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں راقم کا امتحان لیا۔ نتیجتاً فرمانے لگے تم نے ابھی تک بڑی کلاسوں کو پڑھایا تو نہیں لیکن پڑھا لوگے۔ لہذا اپنا کام شروع کردو۔ چند دن میں نے وہاں پڑھایا لیکن کسی حاسد کی نظر........بہرحال! بتانے کی بات یہ ہے کہ امتحان کے بعد خوشگوار موڈ میں مولانا محمد عبداللہؒ نے جہلم کی نسبت حضرت پیر صاحب کی خیریت پوچھی اور فرمایا وہاں پر بھی وہی ایک کامیاب مدرس ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مولانا محمد عبداللہؒ جامعہ محمدیہ کی بڑی کلاسوں کے سالانہ

امتحان کیلئے حضرت پیر صاحب ہی کو بلایا کرتے تھے۔ **وهل يعرف ذاالفضل إلا ذووه۔**

ملک عبدالرشید عراقی لکھتے ہیں: ''اس عہد میں آپ اگلی صحبتوں کے تنہا یادگار تھے۔ آپ اتباع سنت، طہارت، تقویٰ، زہد، ورع، تبحر علمی، وسع نظر، ذوق مطالعہ اور کتاب وسنت کی تفسیر وتعبیر میں یگانہ عہد تھے۔''

پسماندگان

وطن عزیز اور بیرون ملک میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد، فیض یافتگان اور احباب جماعت آپ کے پس ماندگان میں ہیں۔ لیکن ہم آپ کی اولاد واحفاد مختصر تحریر کر رہے ہیں۔

آپ کی شادی **1960**ء کے لگ بھگ حضرت مولانا حافظ عبدالغفور بانی جامعہ علوم اثریہ جہلم کی وساطت سے خاندان سے باہر راولپنڈی کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ آپ کی زوجہ بقید حیات ہیں اور ایک نیک سیرت خاتون ہیں۔ آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ تمام اولاد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ بیٹیاں شادی شدہ ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں خوش وخرم زندگی گزار رہی ہیں۔ وہ اور ان کی اولادیں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ جبکہ بیٹوں کے حوالہ سے کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

۱) حامد یعقوب قریشی: عمر **41** سال ہے۔ آپ نے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے بائیو کیمسٹری میں پی ایچ ڈی (ڈاکٹریٹ) کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے۔ آرتھر اٹسٹ یونیورسٹی کینڈا میں آرتھرائٹس میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے کیمسٹری میں ایم ایس سی بھی کر رکھی ہے۔

۲) ساجد یعقوب قریشی: آپ کی عمر **32** سال ہے۔ ایم ایس سی (علم حیاتیات) اور بی ایڈ کر رکھا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر اے کیو خان اکیڈمی سائنس نامی پرائیویٹ ادارہ چلا رہے ہیں۔ اس میں آپ علماء کے لیکچرز کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ اس مضمون کی تحریر واشاعت میں آپ نے خصوصی دلچسپی لی ہے اور آپ کے حضرت پیر صاحب کے ساتھی علماء اور شاگردوں سے تعلقات بھی ہیں۔

۳) شاکر یعقوب قریشی: آپ کی عمر **28** برس ہے۔ آپ نے بی ایس سی کر رکھی ہے جبکہ پرائیویٹ طور پر ریاضی اور فزکس کی تدریس کر رہے ہیں۔